اتحادِ ملت کے لئے چار نکاتی فارمولا

از

فقیہ العصر حضرت مولانا
مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب
نور اللہ مرقدہ

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

اتحاد ملت کے لیے چار نکاتی فارمولا کا تحقیقی جائزہ

مسلمانوں کے درمیان باہم تفرقہ بازی اور جنگ وجدال کسی دور میں بھی پسندیدہ قرار نہیں دی گئی ۔ ان کاآپس میں اس قسم کااختلاف ہمیشہ ہی نقصان کا باعث رہاہے ، اس لیے اتحادملت اور مسلمانوں میں باہم اتفاق واتحاد پر ہمیشہ زور دیاگیااوراس سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کو سنجیدہ طبقہ نے ہر دور میں سراہاہے ۔ ماضی قریب میں ''اتحادملت کے چار نکاتی فارمولا'' کے عنوان سے مرحوم مولاناعبدالستارخان نیازی صاحب نے بھی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث تینوں مکاتب فکر میں باہم اتحاد کے لیے ایک فارمولا قومی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ متعارف کرایا تھا جسے اس دور میں بڑی اہمیت دی گئی ۔ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ نے اپنے اس فاضلانہ مضمون میں اتحادملت اوراس کے فارمولا پر جو علمی و تحقیقی اور اصولی تنقید کی ہے اس سے اس فارمولا کا سقم واضح ہوجاتاہے ۔ اس محققانہ تنقید کے ساتھ ہی حضرت نے اپنے مضمون میں اتحاد کے اصل سبب کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جس پر عمل سے آج بھی ''اتحاد'' کا مقصد حاصل کیاجاسکتاہے ۔ حضرت کا یہ مضمون اس دور میں اخبارات میں شائع ہوگیاتھا، قارئین مجلہ الحقانیہ کے لیے اسے دوبارہ شائع کیاجارہاہے ۔ (ادارہ)

اتحادملت کا یہ فارمولااگر کسی وقتی اور ہنگامی مقصد کے پیش نظر مرتب کیاگیا ہے تو پہلے اس مقصد کوواضح طور پر سامنے لاناضروری ہے ، اوراگراس سے دائمی اتحاد ویگانگت کی فضاء قائم کرنامطلوب ہے توپھر تفرقہ اوراختلافات کے اسباب اور وجوہات کی تعیین و تشخیص اوراسباب اختلافات کے ازالہ کے بعدخلوص دل کے ساتھ کسی قابل عمل فارمولے پراتفاق اور عمل کیے بغیر یہ مقصدحاصل نہیں کیاجاسکتا۔اس لیے ضروری ہے کہ اس پر سنجیدگی سے

غور وفکر فرمایا جائے۔

جہاں تک دعوت اتحاد اور تمام مسلمانوں کے متحد و متفق ہونے کا معاملہ ہے اس کی ضرورت اور اہمیت کسی مسلمان پر مخفی نہیں ، اور یہ بات بھی کسی اہل نظر وفکر سے پوشیدہ نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک میں مسلمان قوم جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہے اس کا سب سے بڑا سبب آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے ،اس لیے اتحاد ملت کے کسی متفقہ فارمولے پر غور وفکر وقت کی اہم ضرورت ہے۔

زیر نظر فارمولا کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ اتحاد ملت کا وسیع مقصد اس فارمولا کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں صرف مذہبی فرقوں اور وہ بھی دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی صرف تین فرقوں کے اتحاد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حالانکہ ان فرقوں کے باہمی اختلافات سے زیادہ ملک کے امن وامان اور سکون کے برباد کرنے کا ذریعہ وہ اختلاف ہے جو اہل تشیع کی طرف سے کیا جارہا ہے ،جس کی وجہ سے ملک میں ہر طرف فسادات وتنازعات رونما ہو کر ملکی سطح پر امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے ۔مگر اس فارمولے میں ان فسادات اور اختلافات کے حل کی طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی ۔اس لیے یہ فارمولا صرف مذہبی فرقوں کے اتحاد کی حد تک بھی کوئی جامع نظام عمل پیش نہیں کرتا۔

دوسری طرف جب یہ دیکھا جائے کہ سیاسی جماعتوں اور پارٹیوں کے اختلافات اور تصادم سے اتحاد ملت کو جس قدر نقصان ہو رہا ہے اور اس سیاسی

افراتفری اور تفرقہ بازی سے جو ملک کی فضامکدر ہوتی جارہی ہے ، سیاسی اقتدار کے لیے کشمکش ، عہدوں اور منصبوں کی خاطر باہمی تصادم وافتراق نے جو صورت اختیار کرلی ہے وہ ہر شخص کے سامنے ہے ۔اورانہیں سیاسی رجحانات اور اختلافات کا ثمرۂ تلخ پاکستان کے دونیم ہوجانے کی صورت میں تمام قوم مسلم کو چکھناپڑا لیکن علاج صرف ایسے اختلافات کومٹانے کے لیے سوچا جارہا ہے جو دین ومذہب کے نام پر سامنے آئے ہیں، گویاملک وملت کے اختلافات کی ذمہ داری صرف مذہبی فرقہ بندی پر ہی عائد ہوتی ہے اور سیاسی جماعت بندیوں اور ان اختلافات سے ملک کے اندر تفرقہ اور انتشار کی کوئی فضاء پیدانہیں ہوتی ۔ حالانکہ ملک وملت کے اتحاد کوسب سے زیادہ اس سیاسی تفرقہ بازی نے ہی نقصان پہنچایا ہے اور مذہبی فرقوں کا اختلاف اپنی حدود پر رہتے ہوئے کسی کے لیے بھی باعث نقصان نہیں ہوتااور کبھی پہلے بھی ایسااختلاف ملت کے اتحاد کے لیے باعث نقصان نہیں ہوا۔

نکتہ نمبر(۱)

یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیاجاسکتاکہ خیرالقرون میں بھی نظری اوراجتہادی مسائل میں آراء وانظار کااختلاف ظاہر ہوا ،اوراس اختلاف کی بنا پر حنفی ، شافعی وغیرہ مختلف فقہی مسالک عمل وجودمیں آئے ،اسی طرح خلفاء راشدین ،عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،ان کے بعدتابعین اورائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقدس گروہ میں بھی قرآن وسنت کے مجملات اور مبہمات کی تشریح وتفسیرمیں اختلافات پیش آتے رہے کیونکہ قرآن وسنت کے مسائل منصوصہ کے علاوہ کچھ

ایسے مسائل بھی پیش آئے جو قرآن و سنت میں صراحۃً مذکور نہیں، یا ان کا ذکر ایسے اجمال کے ساتھ ہے جس کی تشریح اور تفسیر کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا، ایسے ہی غیر منصوص یا مبہم مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان کے بعد تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے درمیان آراء اور نظریات کا اختلاف واقع ہوا، اس کے ساتھ ہی یہ بھی واقعہ ہے کہ ان اختلافات کی بنا پر نہ تو ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدال، یا سب و شتم کی نوبت آتی تھی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو کافر یا فاسق ہی کہتے تھے۔

ہمارے بعض روشن خیال مصلحین نے جو اتحاد ملت کے لیے یہ علاج تجویز کرنا چاہا ہے کہ فرقہ وارانہ اختلافات کو مٹا کر سب کا ایک نیا مشترکہ مذہب بنا لیا جائے، شرعی مسائل میں یہ بات نہ عقلاً صحیح ہے نہ عملاً، چونکہ سلف صالحین اور ائمہ کا یہ اختلاف قرآن و سنت کے اشارات اور مسلمہ اصول اجتہاد کے مطابق تھا، آج کل کا سا اجتہاد نہ تھا کہ اصول اجتہاد سے واقفیت تو درکنار عربی زبان میں بھی مہارت نہ ہونے کے باوجود اردو انگریزی ترجموں کے سہارے قرآن وحدیث پر اجتہاد کی مشق شروع کر دی جاتی ہے، اور خود کو اجتہاد اور قرآن و سنت سے مسائل کے استنباط کا اہل سمجھ لیا جاتا ہے، ایسا اجتہاد خود ایک گناہ عظیم ہے، اور اس سے پیدا ہونے والی رائے دوسرا گناہ ہے اور خلاف و شقاق کا موجب ہے۔

امام حدیث علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

''جس مسئلہ میں صحابہ و تابعین کا اختلاف ہو گیا وہ اختلاف قیامت تک مٹایا نہیں جا سکتا، کیونکہ اس اختلاف کو مٹانے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان میں

سے ایک گروہ کو قطعی طور پر حق پر اور دوسرے کو یقینی طور پر باطل قرار دیا جائے اور یہ ممکن نہیں''۔ (وحدت امت از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب)

غرضیکہ قرن اول کا اختلاف نہ تو مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ وحدت امت کے خلاف ہے البتہ ایسے اختلافات کو اپنے اصول وحدود کے اندر محدود رہنا چاہیے اور ان کو جنگ وجدال کا ذریعہ نہیں بننے دینا چاہیے۔

نہ معلوم فلسفی شاعر نے اپنے اس کلام سے کہ ؎

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کونسی فرقہ بندی مراد لی ہے ؟ اور

ع کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

سے مسلمانوں کے کس اتحاد کی خواہش ظاہر کی ہے ؟۔ بظاہر فلسفی شاعر کی مراد وہی فرقہ بندی ہے جو اسلام کی نظر میں مذموم اور مضر ہے۔

آیت قرآنی : واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا سے امت کا اجماعی فریضہ اعتصام بحبل اللہ اور تمسک بکتاب اللہ کا ثبوت ہوتا ہے، اور صحابہ کرام اور مجتہدین عظام کے زمانہ کے اندر مسائل کے استنباط میں اختلاف اور حنفی، شافعی وغیرہ فرقوں کا تمسک کتاب اللہ اور سنت رسول سے صحیح اصول و شرائط اجتہاد کے موافق تھا، اس طرح کا اختلاف اتحاد ملت کے لیے نہ کبھی مضر ہوا نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اس پر خلافت راشدہ کے دور کی فتوحات اسلامیہ اور غیروں پر اسلامی رعب و جلال کو بطور گواہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

البتہ ایسے اجتہادی مسائل میں اختلاف کی حدود کو توڑ کر تفرق و تشتت اور جنگ وجدال اور ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کے ساتھ پیش آنا، باہمی منافرت، فسادات اور جھگڑوں کا سبب بنتا ہے ،اسی تجاوز عن الحدود کا نام تفرق ہے ، جس کی ممانعت اعتصام بحبل اللہ کے حکم کے بعد ولا تفرقوا میں کی گئی ہے اور اس کو مذموم فرقہ بندی میں شمار کیا گیا ہے۔

نکتہ نمبر(۲)

مذہب کے نام پر ایک اختلاف وہ بھی ہے جو بدعت و سنت کے عنوان سے پیدا ہوا۔ اور کچھ لوگوں نے قرآن و سنت کی تعبیر میں صحیح اصول کو چھوڑ کر اپنی ذاتی رائے سے نئے نئے مسائل پیدا کر دیے۔ اس قسم کے اختلافات بلاشبہ وہ تفرق و افتراق ہیں جن سے قرآن و سنت میں مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے ، ایسے اختلافات کے کم کرنے کی کوشش بلاشبہ ایک مستحسن اقدام ہوگا۔ مگر اس کے لیے خلوص دل کے ساتھ کسی متفقہ اتحادی فارمولا کے مرتب کرنے کے بعد اس پر سختی کے ساتھ عملاً پابندی کی بھی ضرورت ہوگی ، بغیر عملدرآمد کے کسی بھی فارمولا کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونا ممکن نہیں ، خواہ وہ کتنے ہی مفید اور عمدہ نکات و اصول پر مشتمل ہو اور کیسے ہی خلوص دل سے اس کو مرتب کیا گیا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسا اجتہادی اختلاف جو کتاب و سنت کے اشارات اور اصول اجتہاد کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ میں رہا ہے وہ اختلاف نہ تو مذموم ہے اور نہ ہی اتحاد ملت کے لیے مضر ہے ، بلکہ ایسا اختلاف الدین یسر کی تعبیر و تفسیر اور باعث رحمت ہے ،اس لیے اس کو مٹانے کی

سعی لاحاصل اور غیر مفید ہے۔البتہ اس میں غلو کرنا اور حدود اختلاف سے گزر کر فساد و نزاع کا سبب بنالینا مذموم اور مضر ہوتا ہے۔اس لیے ایسے اختلافات میں اس طرح کی سعی وکوشش مفید اور نتیجہ خیز ہوسکتی ہے جس سے اختلاف اپنی حدود کے اندر محدود رہے اور اس میں غلو اور حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے،اور ایسے اختلافات جو اصول صحیحہ اور سلف صالحین کے اسوہ کو نظرانداز کرکے زمانہ خیرالقرون کے بعد براہ راست قرآن وسنت سے مسائل کا استنباط کرکے پیدا کردیے گئے ہیں یہ مذموم بھی ہیں اور مضر بھی،ان کو ختم کرنے یا کم کرنے کی طرف جو قدم بھی اٹھایا جائے گا وہ مستحسن اور خیر مقدم کا مستحق ہوگا۔

مولانا عبدالستار خان نیازی کا اتحاد ملت کے لیے چار نکاتی فارمولا،اگرچہ ہمہ گیر اور وسیع مقاصد کا حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے۔پورے عالم اسلام کے لیے تو کیا پاکستان کی تمام سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے لئے بھی اس فارمولے میں کوئی تجویز نظر نہیں آتی۔حالانکہ ملکی سطح پر اتحاد ملت کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ ملک کی تمام جماعتوں کے لیے اتحاد کی کوئی تجویز اس میں رکھی جاتی،اور ظاہر ہے کہ جب تک ملکی سطح پر تمام جماعتوں کا اتفاق نہ ہو اس وقت تک اتحاد ملت کے مفادات کا کماحقہ حصول ناممکن ہے۔

اس فارمولے میں صرف مذہبی جماعتوں بلکہ اس سے بھی نیچے اتر کر صرف دیوبندی،بریلوی،جماعتوں کے اختلافات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔گو یہ بھی ایک مستحسن اقدام ہے اور اگر کسی متفقہ لائحہ عمل کے تیار کرتے وقت اس

فارمولے کو معمولی ترمیمات کے بعد پیش نظر رکھا جائے تو ان دونوں جماعتوں کے باہمی نزاعات اور فسادات کا کافی حد تک مداوا متوقع ہو سکتا ہے ،اس طرح اس فارمولا سے اتحاد ملت کا مقصد جزوی طور پر حاصل کیا جا سکتا ہے ،مگر کلی طور پر اتحاد ملت کا عظیم مقصد اس طرح کے جزوی اتحاد کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

ہماری رائے میں اس فارمولے کی افادیت اور تکمیل کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ملک کی تمام سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کو دعوت اتحاد دی جائے ، اور تمام جماعتوں کے اختلافات اور نزاعات کے حل کی تجویز اس فارمولا میں پیش کی جائے ، اس دعوت و تجویز کے بغیر یہ فارمولا ناقص اور غیر مکمل ہے ۔

دوسرے یہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ جن حضرات اکابر علماء محدثین عظام اور مشائخ کرام رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی کی تصریح نکتہ (۱) اور نکتہ (۲) میں کی گئی ہے اور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں اپنے متنازعہ فیہ امور کو حل کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے ،اس تجویز میں ایک فقرہ ''فقہ حنفی کے راجح اصول و مسائل '' کا اضافہ کر کے اس کو اس طرح بنا دیا جائے کہ :

'' ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات اور فقہ حنفی کے راجح اصول و مسائل کی روشنی میں حل کریں'' ۔

یہ اضافہ اس لیے بھی ضروری اور واجب القبول ہے کہ اس فارمولا میں تسلیم کیا گیا ہے کہ :

''دیوبندی اور بریلوی امام اعظم ابوحنیفہ کے غیر مشروط مقلد ہیں''۔

جب یہ دونوں جماعتیں حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے غیر مشروط مقلد اور حنفی ہیں تو ان کے اختلافات کا فیصلہ فقہ حنفی کے راجح اصول ومسائل کی روشنی میں ہی ہونا چاہیے ، اور تمام حنفی چونکہ اہل سنت والجماعت ہیں اس لیے کوئی حنفی ایک دوسرے کو اہل سنت سے خارج نہ کہے ، صرف دیوبندی ، بریلوی کہلانے سے اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں ہوئے ، بشرطیکہ اہل سنت والجماعت کے اصول سے اختلاف نہ کرتے ہوں ، جیساکہ حنفی، شافعی وغیرہ کہلانے کے باوجود سب اہل سنت والجماعت ہیں اور حنفی، شافعی وغیرہ سب اہل سنت کی ہی شاخیں ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ دیوبندی ، بریلوی ناموں سے برصغیر کے اہل سنت میں فرقہ وارانہ اختلاف کی بنیاد، مولانا احمد رضاخان صاحب بریلوی کے کفرساز فتویٰ ''حسام الحرمین''وغیرہ سے رکھی گئی ،جس کی عمر ستر،اسی سال سے زیادہ نہیں ہے۔ورنہ اس سے پہلے ایک طرف کے مسلمان اہل سنت والجماعت اور دوسری کی طرف اہل بدعت کہلاتے تھے۔

نکتہ نمبر(۳)

اس نقطے میں ''المہند''کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کہا گیا ہے۔

''المہند''اکابر علماء دیوبند کے عقائد ونظریات کی تصدیق شدہ مسلکی دستاویز ہے اور دیوبندی مکتب فکر کے عقائد ونظریات کے دیکھنے اور جانچنے کے لیے بمنزلہ آئینہ اور کسوٹی کے ہے۔مولانا احمد رضاخان صاحب بریلوی کے

''حسام الحرمین'' وغیرہ میں تکفیری فتوے کے جواب میں تقریباً اسی سال پہلے ۱۳۲۵ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی تھی اور بار بار اس کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں ۔کئی سال ہوئے اس کا خلاصہ اور تشریح بنام عقائد اہل سنت والجماعت مع تصدیقات موجودہ اکابر علماء دیوبند مثل حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہم اللہ وغیرہ کے بھی شائع ہو چکا ہے۔

''المہند'' باوجودیکہ بحیثیت جماعتی مسلک دیوبند کے طور پر عرصہ دراز سے شائع اور نافذ العمل ہے لیکن پھر بھی اکابر علماء دیوبند پر طعن و تشنیع بلکہ تفسیق و تکفیر تک سے بھی اجتناب نہیں کیا جارہا ،اور پبلک پلیٹ فارم پر یہ عمل منافرت بین المسلمین کا بدستور جاری ہے۔

نکتہ نمبر(۴)

اس نقطے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ :

''اگر کوئی مسلمان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو اسے پڑھنے دیں اور یہ کہ تمام مسلمان نماز میں السلام علیك ایھا النبی پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں تو نماز کے بعد میں اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے''۔

نکتہ نمبر(۱) اور نکتہ نمبر(۲) میں اختلافی مسائل کے لیے ایک معیار بتلایا گیا ہے اس اختلافی مسئلے کو بھی اسی معیار پر پرکھا اور جانچا جانا چاہیے ،اور رفقہ

حنفی کے راجح اصول کی روشنی میں اس کا حل اور اس پر عمل درآمد کرنا چاہیے۔ اس میعار پر جانچنے کے بغیر کوئی رائے قائم کرلینا تجویز شدہ معیاری اصول کو نظرانداز کردینے کے مترادف ہو گا۔

''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' کے محاورے کو اپنانے سے اگر کسی متفقہ حل کی تلاش سے مایوسی کا اظہار مقصود ہے اور ہر شخص کو اپنے عمل میں آزادی دلانا مطلوب ہے تو پھر دوسری طرف سے بھی یہ کہنے کا حق تسلیم کیاجاناچاہیے کہ :

''تمام مسلمان نماز میں السلام علیك ایھاالنبی پڑھ کر سلام بھیجنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے اسوہ کا اتباع کرتے ہیں مگر نماز کے بعد باختیار خود کھڑے کر یا بغیر کھڑے ہوئے اجتماعی طور پر التزاماً صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں صحابہ اور سلف صالحین کے اتباع کی مخالفت ہے ، البتہ بے اختیاری اور جذب وکیف کی حالت مستثنیٰ ہے ،اس پر نکیر نہیں ۔مگر دوسرے کے لیے اس کی اجازت بھی نہیں جس کی یہ حالت نہ ہو''۔

اس نکتے میں یہ اصول کہ : ''جن لوگوں نے مسجد تعمیر کی ہو انہیں کے مسلک کی انتظامیہ ہو''۔

یہ اصول منصفانہ اور قابل عمل ہے لیکن امامت وخطابت وغیرہ فرائض انجام دینے کے لیے انتخاب میں نمازیوں کی اکثریت کے مسلک کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مسجد کے ماحول کو پرامن رکھنے کے لیے نمازیوں اور امام کے مسلک میں اتحاد سب سے زیادہ اہم اور مقدم ہے اور شرعی حیثیت سے بھی یہ

ایک ضروری شرط ہے۔

اس نکتے میں یہ اصول بھی منصفانہ ہے کہ:

''اگر کسی کتاب میں قابل اعتراض عبارت نظر آئے تو اس کی مراد معین کرنے کا حق مصنف کو ہو جس کی وہ عبارت ہے اور اگر وہ عبارت عام لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتی ہو تو اس کی ایسی وضاحت ساتھ کردی جائے کہ غلط فہمی کا احتمال نہ رہے'' (ص۲)

اس کے بعد علماء کے بورڈ یا شرعی عدالت میں فیصلہ کرانے کی تجویز غیر ضروری ہے بلکہ غیر منصفانہ ہے، اس لیے کہ مراد و مفہوم کے متعین کرنے کا حق مصنف کو دیا گیا ہے، اب اس کی جگہ علماء کے بورڈ یا شرعی عدالت کو یہ حق دینا حق مصنف میں ناحق کی مداخلت ہے۔

اگر کسی وجہ سے مصنف کی طرف سے مراد متعین نہ ہو سکتی ہو تو اول تو اس کی دوسری عبارات وغیرہ کی روشنی میں اس کا مفہوم اور مراد متعین کی جائے، یا پھر اس کے مسلک کے معتمد علیہ علماء کے بورڈ سے مراد متعین کرائی جائے۔ اس سے اختلاف کرنے کا حق دینا اور دوسری مراد متعین کرنا توجیح القول بمالا یرضیٰ بہ القائل کے مترادف ہوگا، جو عقلاً و شرعاً درست نہیں۔

اگر ان جزوی ترمیمات کے بعد اس اتحاد ملت کے چار نکاتی فارمولے پر عملی اقدام کیا جائے اور طعن و تشنیع اور تفسیق و تکفیر سے کلی اجتناب کیا جائے تو اس سے اتحاد ملت کا مقصد جزوی طور پر حاصل

کیاجاسکتاہے۔ان ارید الاالاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الاباللہ۔

فقط

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہی وال ضلع سرگودھا

۲۰/ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

تائیدوتوثیق

ازحضرت مولانامفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

ازاحقر جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

مولاناعبدالشکور سے مجھے بالکل اتفاق ہے۔

۲۹/ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ